رجسٹرڈ دیل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

سرپرستان - معاونین - علماء - طلباء - شائقین
غلام ۵ روپے
اخبار ہائے آئندہ ۱۰ روپے

فاروق

ایڈیٹر قاسم علی احمدی

قادیان

پیشرو

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۶ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء | نمبر ۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ ۲۵ اپریل کو چھ بجے شام کی ٹرین سے لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں سے بشرط صحت سندھ کے عازم ہوں گے۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالےٰ بخیریت تمام مراجعت فرمائے۔ دارالامان ہوں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین اور تمام خاندان رسالت میں ہمہ نوع خیریت ہے۔

(۳) جن احباب نے باربار وی پی واپس کر دئے ہیں۔ اور ان کے ذمہ بقایا چندہ فاروق بھی گذشتہ سالوں کا ہے۔ ان کے اسماء گرامی معہ رقم بقایا و خرچ وی پی واپس آمدہ صفحہ ۲ کالم ۳ پر درج ہیں۔ ملاحظہ فرما کر براہ کرم اپنا اپنا بقایا جلد ارسال فرما کر فاروق کی امداد کا ثواب حاصل کریں۔ ورنہ پھر یکم مئی ۳۷ء کو وی پی ارسال کیا جائیگا۔ جس پر ۵ر زائد محصول ڈاک خرچ ہوگا۔

شانِ مسیحؑ

(از احسن اسمٰعیل (صدیقی) گوجرہ)

وہ دنیا میں نورِ خدا بن کے آیا
وہ جو احمدؐ۔ محمدؐ نما بن کے آیا

اندھیرے میں ہم ٹھوکریں کھا رہے تھے
لگایا ہمیں سیدھے رستے پہ آکر

رخِ پاک پر حُسن بھی مفتخر تھا
کئی مردہ روحوں کو زندہ کیا ہے

بُرے نام سے یاد کرنا گناہ ہے
مسلماں کی کشتی بھنور سے نکالی

مسیحاؑ کو مانو تمہارے لئے جو
غلامِ شہِ دوسرا بن کے آیا

تو گویا حبیبِ خدا بن کے آیا
وہ گم راہوں کا رہنما بن کے آیا

کہ اسلام کی وہ ضیا بن کے آیا
بجا ہے کہ یوسفؑ نما بن کے آیا

وہ دنیا میں آبِ بقا بن کے آیا
کہ وہ اہلِ صدق و صفا بن کے آیا

اسی واسطے کیا بُرا بن کے آیا
کڑے وقت میں ناخدا بن کے آیا

اثر کیوں نہ ہو میری باتوں کا احسنؔ
ہر اک لفظ آہِ رسا بن کے آیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک خط امیر پیغام کے نام

مندرجہ ذیل خط دسمبر ۳۶ء کے آخری ہفتہ میں آیا تھا۔ جو کاغذات میں مل کر گم ہو گیا آج اتفاق سے یہ خط مل گیا ہے۔ لہذا شائع کرتا ہوں۔ اور ڈاکٹر صاحب سے معافی کا خواستگار ہوں۔ کہ دیر میں ان کا پیام پیغام کو پہنچا رہا ہوں۔ (ایڈیٹر)

حضرت مکرم معظم مولانا (محمد) علی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ابھی ایک صاحب نے (ڈاکٹر امراد مرزا صاحب خریداری نمبر ۲۲۱ گونڈہ) پیغام صلح نمبر ۸۰ جلد ۲۴ مطبوعہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۳۶ء میرے پاس بھیج دیا۔ اس کے صفحہ ۳ پر یہ درج ہے۔

(۱) کیا کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(۲) کیا حضرت مسیح موعود نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

اس پر میرے دو سوال ہیں۔ امید ہے۔ کہ آپ جواب بذریعہ خط کے دیں گے۔

سوال اول۔ کیا کل روئے زمین کے رہنے والے جنہوں نے حضرت محمد صلعم کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

سوال دوم۔ کیا حضرت مسیح موعود نے امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مولانا شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ کیا غیرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ کوئی شخص میرے باپ کو برا کہے۔ اور میں اس سے پھر ملوں۔ تو پھر کیا غیرت یہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود کو کافر۔ دجال۔ ضال۔ مضل (سب کچھ) کہے۔ اور میں اس سے ملوں۔ اور ہنس ہنس کر اور چبا چبا کر باتیں کروں۔

آپ کا اور میاں صاحب کا اگر کوئی ذاتی معاملہ ہے۔ (جو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہے۔ اگر آپ کہدیں گے۔ کہ نہیں ہے۔ تو میں خاموش ہو جاؤنگا۔ اور خدا کے حوالے کردوں گا) تو آپ جانیں۔ اور وہ جانے۔ مگر جو سوالات آپ نے مقرر کئے ہیں۔ وہ مجھکو اصولاً غلط معلوم ہوتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ آپ وضاحت سے جواب دیں گے۔

آپ نے صفحہ ۶ پر فرمایا ہے۔ "مسئلہ تکفیر اختلاف کی اصل اور نبوت اسکی فرع" واللہ مانتا ہوں۔ مگر آپ جیسے گراں پایہ کے منہ پر یہ بیان زیب نہیں دیتا۔

یہ واقعہ شروع ہوتا ہے ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء سے تکفیر قائم ہوتی ہے مرزا صاحب کی نبوت سے (جو کہ دراصل ظلی ہے۔ بروزی ہے۔ یعنی کہ آپ امتی نبی ہیں) اگر مرزا صاحب امتی نبی نہ ہوتے۔ تو تکفیر میں شدت نہ ہوتی۔ بس اصل آپ کا امتی نبی ہونا ہے۔ نہ کہ تکفیر امت محمدیہ مکرم مولانا اگر تو مرزا محض ایک مجدد ہے۔ تو پھر جھگڑے کی بات ہی نہیں۔ ایں فلک چنیں بسیار دیدہ است۔ مرزا صاحب کو اگر علامہ فخر الدین رازی کی نظر سے نہ دیکھا جاوے تو اچھا ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ جواب دیں گے۔

(۱) مرزا صاحب کو جو لوگ امتی نبی نہیں مانتے۔ وہ کافر نہیں۔ تو کیا ہیں؟

(۲) حضرت مرزا صاحب فی الواقع امتی نبی ہیں۔

(۳) اسمہٗ احمد کی پیشینگوئی کے مصداق اول اگر محمد رسول اللہ نہ ہوتے۔ تو مرزا صاحب ہو ہی نہیں سکتے تھے۔

مولانا اگر آپ کو امتی نبی سے ہی چڑ ہے۔ تو آپ مجبور ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو خاتم الخلفاء تسلیم کریں۔ اور پھر "ومن کفر" بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون سے غیر احمدی بچ نہیں سکتے۔ اور فسق پر اصرار آپ کے احباب کو (غیر احمدیوں کو) کیا بنا دے گا؟ اگر آپ فقیہ ہیں۔ تو آپ کو علم ہوگا۔ ورنہ کسی پرانے فقیہ سے پوچھ لیجئے۔ ؎

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

۱۲/۳۶ ۲۱ (خاکسار محمد عمر بی۔ ایم۔ ایس)

قابل توجہ بقایا داران فاروق

ع ۲۵۷ مکرمی بابو محمد سعید صاحب ارشد۔ بقایا سالہائے گذشتہ معہ خرچ دی۔ پی واپس آمدہ۔ دس روپے

ع ۳۲۱ مکرمی پیر سید احمد شاہ صاحب عطار " " " نو "

ع ۱۵۶ مکرمی چودھری محمد عبداللہ خانصاحب بی اے آنریری لفٹنٹ۔ نو "

ع ۳۷۱۔ مکرمی مولوی عبدالحق صاحب چار روپیہ دس آنہ

ع ۴۵۰ مکرمی جناب ملک کرم الٰہی صاحب افسر انہار۔ آٹھ روپیہ دس آنہ

ع ۱۷۶ مکرمی مولوی محمد علی صاحب سول ناظر چار روپیہ چھ آنہ

ع ۳۴۱ مکرمی منشی ظفر حسن صاحب پنشنر سب انسپکٹر۔ پانچ روپیہ

ع ۲۴۸ مکرمی ملک نادر خانصاحب نائب تحصیلدار۔ پانچ روپیہ۔

ع ۷۱۱ مکرمی بابو محمد جمیل صاحب افریقہ والے حال ننگل۔ چھ روپیہ گیارہ آنہ

ع ۶۵۱ مکرمی سید محمد حسین شاہ صاحب قانونگوئی۔ پانچ روپیہ

ع ۶۵۵ مکرمی چودھری فتح محمد صاحب انسپکٹر بنک پانچ روپیہ چھ آنہ

(خاکسار مینیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دہریہ مشن

ہستی باری تعالےٰ

(۴)

سوال پنجم۔ اگر خدا ہے۔ تو کہاں ہے؟ اور کب سے ہے۔

جواب اول۔ یہ سوال ہی مہمل ہے۔ کیونکہ کب زمانہ کا نام ہے۔ اور کہاں مکان کا اور زمانہ اور مکان تو خود دونوں مخلوق چیزیں ہیں۔ وہ خدا پر حاوی کس طرح ہو سکتی ہیں۔ تو جبکہ مکان اور زمانہ خود حادث ہیں۔ تو ان میں قدیم کا محدود ہونا محال ہے۔

جواب دوم۔ اسی طرح ہم دہریوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ دنیا کب سے ہے۔ اگر وہ کہیں۔ کہ قدیم سے۔ تو ہم کہینگے کہ خدا بھی قدیم ہے۔ اگر وہ کہیں گے۔ کہ دنیا فلاں زمانہ سے ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ بس تم نے اقرار کر لیا۔ کہ دنیا قدیم سے نہیں۔ بلکہ حادث ہے۔ تو بتاؤ۔ اس حادث کا محدث کون ہے؟

اب میں وہ دلائل لکھتا ہوں۔ جن سے ہم دہریوں پر خدا کے فضل سے ہستی باری تعالےٰ کو پایۂ ثبوت تک پہنچا کر حجت پوری کر سکتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

دلیل اول۔ دنیا میں جس قدر قومیں آباد ہیں۔ خواہ وہ متمدن ہوں۔ یا غیر متمدن۔ تعلیم یافتہ ہوں۔ یا جاہل آباد ملکوں میں زندگی بسر کرنے والی ہوں۔ یا ویران جزیروں اور غیر آباد ٹاپوؤں میں۔ ان سب کا متفق علیہ مسئلہ اگر کوئی ہو سکتا ہے۔ تو وہ ایک کامل مقتدر ہستی کا ماننا ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب رائج ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ سچے ہیں۔ یا جھوٹے۔ ان سب کا اصل اصول اعتقاد اگر ہو سکتا ہے۔ تو وہ ذات باری کا وجود باوجود ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جاؤ۔ کرۂ ارض کے کسی قطعہ پر نظر ڈالو۔ کوئی قوم ایسی نہیں۔ جو اس کامل ہستی کی منکر ہو۔ دنیا کی ایک قوم کی عادتیں دوسری قوم کی عادتوں کے مخالف ہیں۔ ایک کے قوانین دوسری کے قوانین کے مغائر ہیں۔ ایک کا مذاق دوسری کے مذاق کے خلاف ہے۔ لیکن اس عقیدہ میں تمام قومیں متفق ہیں۔ کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا اور ہماری ربوبیت کرنے والا ضرور موجود ہے۔ اسی صداقت کو قرآن حکیم بیان فرماتا ہے۔ ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت و الارض لیقولن اللہ۔ یعنی اگر دنیا کے لوگوں سے پوچھو۔ کہ تمہارا پیدا کرنے والا کون ہے۔ تو فوراً بول اٹھیں گے۔ کہ ہمارا خالق اللہ ہے۔ اس عظیم الشان اتفاق اور ایسے بے نظیر اجماع کی وجہ صرف فطرت کی گواہی ہے۔ کیونکہ ہر ایک انسان کی فطرت اور اسکی سلیم کانشنس اسکو مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ اس شہادت کا اقرار کرے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ الست بربکم قالوا بلیٰ۔ یعنی انسان کی فطرت ہر وقت پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ ایک ایسی ہستی ضرور موجود ہے۔ جو میری ربوبیت کر رہی ہے بلکہ ایک صحیح الفطرت انسان ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کا وہم و گمان نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ایک حاکم کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ خالق فطرت کا کلام فرماتا ہے۔ افی اللہ شک فاطر السمٰوٰت والارض۔ یعنی فطرت صحیحہ حیرانی سے ظاہر کرتی ہے۔ کہ کیا خدا کے وجود میں بھی کوئی شک کر سکتا ہے۔ غرض ہستی باری تعالےٰ کی پہلی دلیل یہ ہے۔ کہ دنیا میں جسقدر قومیں ہیں۔ وہ سب خدا تعالےٰ کے وجود کی مقر ہیں۔ حالانکہ آپس میں ہر بات میں مختلف ہیں۔ اور نہ ایسے وسائل ہی تھے۔ کہ وہ قومیں آپس میں مل کر تبادلۂ خیالات کر کے ایک عقیدہ پر متفق ہو جاتیں۔ سو وہ چونکہ سب اس عقیدہ پر متفق ہیں اس لئے یہ بات دلالت کرتی ہے۔ کہ انسان کی فطرت میں یہ عقیدہ ودیعت ہے۔ ورنہ اگر فطرت میں نہ ہوتا۔ بلکہ خارجی محرک اس کا موجب ہوتے۔ تو یہ اتفاق نہ ہوتا۔ کیونکہ نہ وہ قومیں آپس میں ملیں۔ نہ ان کا تبادلۂ خیالات ہوا۔ کوئی امریکہ میں ہے۔ اور کوئی افریقہ میں۔ کوئی ہندوستان میں ہے۔ تو کوئی یورپ میں۔ نہ آج کل کی طرح ریل و تار و ڈاکخانے تھے۔ اس لئے باوجود ظاہری محرک کے نہ ہونے کے اور آپس کے میل ملاپ کے بغیر ان کا اس عقیدہ پر متفق ہونا دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اور جب فطرت میں یہ بات ودیعت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ خالق فطرت نے رکھا۔ اور اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

دلیل دوم۔ بہت سی باتیں ہم صرف سنکر مانتے ہیں۔ مثلاً لنڈن میں ہم کبھی نہیں گئے۔ لیکن جب لوگوں سے سنا۔ اور قابل اعتبار لوگوں نے ہمارے سامنے اس کے وجود کی شہادت دی۔ تو ہمیں اس کے موجود ہونے کا یقین ہو گیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ جن کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ جو ہمارے خیال میں سچ بولنے کے عادی ہیں۔ وہ گواہی دیتے ہیں۔ کہ ہم نے اس شہر کو دیکھا۔ سو جب معمولی دنیاداروں کے کہنے سے ہم لنڈن کے وجود کے قائل ہو گئے۔ تو کیا وجہ کہ ہم تمام دنیا کے راستبازوں اور صادقوں کی متفقہ شہادت سے انکار کریں۔ اور ان کو جھٹلا دیں۔ اور راستباز بھی وہ راستباز جنہوں نے راستی کی خاطر اپنی جان دے دی۔ لیکن سچ کہنے سے منہ نہ موڑا۔ اپنے مال و متاع کو اپنی آنکھوں کے سامنے لٹتے دیکھا۔ لیکن صداقت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ان کے بیوی بچے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور رشتہ دار ان کی آنکھوں کے سامنے ذبح کئے گئے۔ لیکن ان کا قدم نہ ڈگمگایا۔ وہ سب متفق ہو کر اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ یقیناً ایک وراء الورا ہستی موجود ہے۔ اور وہ ہم پر خاص طور پر ظاہر ہوئی۔ اور اس نے ہم سے تعلق پیدا کیا۔ دیکھو قتل جیسے اہم معاملہ میں صرف دو تین قابل اعتبار آدمیوں کی گواہی پر ایک شخص کو پھانسی دے دی جاتی ہے۔ اور صرف چند بھلے مانس آدمیوں کی شہادت پر ایک شخص کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔ تو کیوں اس گواہی کو رد کیا جائے۔ جو تمام دنیا کے راستبازوں کی طرف سے ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

دنیا کے ابتدا کی طرف جاؤ۔ ابوالبشر آدم صفی اللہ ربنا اناظلمنا انفسنا کہہ کر خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر پارسیوں کو لو۔ ان کے نبی بھی خدا کے وجود کی شہادت دے رہے ہیں۔ پھر وید کے رشیوں کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ بھی اس بات کے شاہد ہیں۔ کہ ایک وراء الورا ہستی ہے۔ پھر یہودیوں اور عیسائیوں کے راستباز بھی اسی پر متفق نظر آتے ہیں۔ پھر سب کے بعد خیر الانس والجان نے بھی دنیا کے سامنے یہی شہادت پیش کی۔ اب کیا ہم ان تمام راستبازوں کی گواہی کو رد کر دیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں سوائے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ غرضکہ تمام دنیا کی مختلف قوموں کے راستبازوں کا متفق ہو کر خدا کے وجود کا اقرار کرنا واقعہ میں موجود ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔

تیسری دلیل۔ خدا تعالےٰ کی ہستی کی تیسری دلیل دعا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واذا سئالك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون۔ یعنی جب میرے بندے میری ہستی کی کوئی دلیل تجھ سے پوچھیں۔ تو تُو ان سے کہدے۔ کہ خدا تعالےٰ کے وجود کی ایک زبردست دلیل یہ ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔ اور اس کے پیارے بندے جب مشکلات میں گھر جاتے ہیں۔ تمام دنیا ان کی دشمن ہو جاتی ہے۔ ظاہری سامان اور اسباب ان کے مخالف ہوتے ہیں۔ اور مصیبتوں سے مخلصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ لیکن جب وہ بندہ ایسی حالت میں اپنے مولیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اور اس کے حضور گڑگڑاتا ہے۔ اور اس کے آگے اپنی مصیبتوں کا اظہار کرتا ہے۔ تو معاً حالت بدل جاتی ہے۔ سب دشمن ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ان کی سب شرارتیں رک جاتی ہیں۔ تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اب بتاؤ۔ کہ اگر کوئی قادر مقتدر ہستی نہیں۔ اور کسی وراء الورا ذات کا وجود موجود نہیں۔ تو ان مصیبتوں میں گھرے ہوئے بندوں کی مصیبتوں کو کس نے دور کیا۔ اگر کہو کہ اسباب نے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ ظاہری اسباب تو ان کے مخالف ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت نوحؑ اکیلے ہیں۔ ساری قوم مخالف ہے۔ وہ تکلیفیں دیتی ہے۔ اور کوئی مددگار نہیں۔ نہ آپ کے پاس حکومت ہے۔ جس کے ذریعہ دشمنوں کو روکیں۔ ہر طرف سے مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔ رب انی مغلوب فانتصر۔ یعنی اے میرے رب میری مدد کر۔ اب بتاؤ۔ کیا یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ کیا ان کی قوم تباہ نہیں ہوئی۔ کیا حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی مصیبتوں سے رہا نہیں ہوئے؟ ہوئے اور ضرور ہوئے۔ پھر بتاؤ۔ کہ اگر کوئی قادر مقتدر ہستی نہیں۔ تو حضرت نوحؑ کی کس نے مدد کی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو دیکھو وہ عرض کرتے ہیں۔ ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم اٰياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة یعنی اے میرے خدا ملک عرب کے رہنے والوں میں ایک نبی مبعوث فرما۔ جو تیری آیتیں ان کے سامنے پڑھے۔ اور کتاب اور حکمت انہیں سکھائے۔ لیکن ملک عرب کی حالت دیکھو۔ سب گنوار۔ جاہل۔ اجڈ۔ بات بات پر لڑ مرنے والے۔ نہایت کندہ ناتراش ہیں۔ ایک شخص بھی اس قابل نہیں۔ کہ وہ ابراہیمی دعا کا مصداق بن سکے۔ مگر ابراہیمؑ کی دعا سنی گئی۔ اور دو ہزار برس بعد انہیں نالائقوں میں سے ایک لائق پیدا ہوا۔ اور امی ہو کر سب عالموں سے بڑھ گیا۔ اور ابراہیمؑ کی دعا قبول ہو گئی۔ اور یہ خارق عادت طور پر دعا کا قبول ہونا ہی دلالت کرتا ہے۔ کہ ایک با اقتدار دعاؤں کے سننے اور قبول کرنے والی ہستی موجود ہے۔

پھر حضرت مسیح ناصری کی دعا کو دیکھو۔ وہ ساری رات دعا کرتے ہیں۔ کہ الٰہی یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹالدے اور ادھر یہودی مخالف ہیں۔ عدالت قتل کا فتویٰ دیتی ہے۔ کوئی سامان موجود نہیں۔ مگر صادق راستباز کی دعا ضائع نہیں گئی۔ خدا تعالےٰ نے مسیح کو بچا لیا۔ اور صلیب پر لٹکنے کے دو تین گھنٹہ کے بعد آندھی آگئی۔ دوسرے دن سبت تھا۔ پیلاطوس کو رحم آگیا۔ اسکی بیوی کے پاس خواب میں مسیحؑ کی سفارش کرنے کے لئے فرشتہ آیا۔ ساتھ کے چوروں کی ہڈیاں توڑی جاتی ہیں لیکن مسیحؑ اس مصیبت سے بچ رہتا ہے۔ پھر نیم مردہ لاش بھی یہودیوں کے ہاتھ نہیں آتی۔ بلکہ ایک خیر خواہ شاگرد کو ملتی ہے۔ اور اس طرح مسیحؑ اس لعنتی موت سے بچ جاتے ہیں۔ اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بھلا بتاؤ۔ کیا مسیحؑ کی یہ دعا اور اسکی قبولیت خدا تعالےٰ کی ہستی کی ایک دلیل نہیں۔

پھر رسول کریمؐ کے حالات پر غور کرو۔ مدنی زندگی اور صحابہؓ کی قلت دشمن کی کثرت پر نظر ڈالو۔ دشمن بڑے فخر اور تکبر کے ساتھ ایک بڑی جماعت اور سامان لے کر چڑھائی کرتا ہے۔ ادھر آپ کے پاس نہ جمعیت نہ سامان۔ بدر کے مقام پر دونوں گروہوں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی فتح کی کوئی سبیل نہیں۔ لیکن رسول کریمؐ ایک بیت الدعاء بنا کر اس میں بڑے عجز و انکسار سے خدا کے حضور دعا کرتے ہیں۔ اور ایسی تڑپ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ خونخوار دشمن تباہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بے سرو سامان جماعت فاتح ہو جاتی ہے۔ کیا یہ دعا کا نتیجہ نہیں؟ اگر ہے۔ تو ذرا خیال کرو۔ کہ اگر کوئی علےٰ کُلِّ شئٍ قدیر ہستی نہیں ہے۔ تو یہ تبدیلیاں کس کے دست تصرف سے ظہور پذیر ہوئیں۔ پھر آج مسیح موعودؑ کا زمانہ لو۔ آپ کی دعاؤں کو دیکھو۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں دعائیں پوری ہوئیں۔ قریب المرگ بیمار صرف ایک ہی دعا سے از سر نو زندہ ہوئے۔ مصیبتوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلاؤں اور مقدموں میں گرفتار لوگ جن کی مخلصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔ محض آپ کی دعا سے اپنی تمام مشکلات سے صاف نکل آئے۔ دشمن برباد ہوئے۔ اور دوست شاد۔ پنڈت لیکھرام کا مارا جانا۔ سگ گزیدہ عبدالکریم کا بچ جانا۔ طاعون کا پنجاب میں پھوٹنا۔ آپ کا مقدموں میں فتح پانا۔ کیا یہ قبول شدہ دعاؤں کے نمونے نہیں؟ اور کیا دعا کی قبولیت خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت نہیں کرتی؟ کرتی ہے۔ اور ضرور کرتی ہے۔

چوتھی دلیل۔ چوتھی دلیل خدا تعالےٰ کی ہستی کی یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے دعویٰ کیا۔ کہ خدا ہے۔ وہ ضرور کامیاب ہوئے۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا۔ وہ خائب و خاسر رہے۔ اگر خدا نہ ہوتا۔ تو یہ تفرقہ کیوں ہوتا۔ یہ بات صرف دعویٰ کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ واقعات پر اسکی بنا ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیمؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کہ خدا ہے۔ نمرود نے انکار کیا۔ اور ابراہیمؑ کا مقابلہ کیا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ ابراہیمؑ کامیاب اور نمرود ناکام رہا۔ پھر موسیٰؑ کی حالت کا مشاہدہ کرو۔ وہ فرعون جیسے جبار بادشاہ کے پُر ہیبت دربار میں دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ خدا ہے۔ مگر فرعون انا ربکم الاعلےٰ کہہ کر انکار کرتا ہے۔ پھر جو نتیجہ نکلا۔ وہ دنیا جانتی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آیا۔ آپ بھی اللہ تعالےٰ کی ہستی کو پیش کرنے دنیا میں آئے۔ یہود نے آپ کی تکذیب کی۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آج یہودی دنیا میں تمام قوموں سے ذلیل و خوار ہیں۔ ایک چپہ زمین بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ پھر سب کے سردار خیر الرسل کی باری آئی۔ آپ نے مکہ والوں کے سامنے خدا کا وجود پیش کیا۔ لیکن بدبختوں نے انکار کیا۔ اور سب کے لیڈر سید الوادی ابوالحکم نے مقابلہ کیا۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ وہ کس طرح تباہ ہوا۔ اور ابوالحکم سے ابوجہل بن گیا۔ پھر مسیح موعودؑ کا دور آیا۔ اور تمہاری آنکھوں کے سامنے اس نے دنیا کو پکارا۔ لیکن مولویوں نے مخالفت کی۔ اور اہلحدیث کا ایڈووکیٹ ان کا سرگروہ بنا۔ لیکن کیا مخالف کامیاب ہوئے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ناکام رہے۔ اور مسیح موعودؑ کامیاب ہوا۔

غرض تمام وہ صادق راستباز جو خدا کے وجود کا اقرار کرنے والے تھے۔ کامیاب ہوئے۔ اور تمام مخالف ناکام۔ اور یہ بات خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اس دلیل کو اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں اس طرح پر بیان فرماتا ہے۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔ اور ایک مقام پر فرمایا۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ (باقی دارد)

(میر محمد اسحاق)

دیانندی مشن

قدامت روح و مادہ

(۴)

اب ہم آریہ حضرات کے ان چیدہ چیدہ سوالات کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔ جو کہ وہ ہم پر اس غرض کے لئے کیا کرتے ہیں۔ کہ ہماری طرف سے ان سوالات کا جواب نفی میں پاکر یہ ثابت کر سکیں۔ کہ جس طرح تم (یعنی مسلمان لوگ) خود بھی ان باتوں کو خدا کے لئے ناممکن مانتے ہوئے خدا کو کامل مان رہے ہو۔ اسی طرح ہم (آریہ حضرات) بھی خدا کے لئے روح و مادہ کو پیدا نہ کر سکنے کو مانتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا کامل ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم ان کے سوالات کے جوابات تحریر کرنے شروع کریں۔ یہ ضروری معلوم دیتا ہے۔ کہ ہم انہیں پہلے سے یہ بتلا دیں۔ کہ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں بات خدا کے لئے ممکن ہے۔ اور وہ اسے کر سکتا ہے۔ تو اس سے آریہ حضرات یہ نہ سمجھ لیں۔ کہ خدا اس بات کو کرتا بھی ہے۔ جس طرح ہم بہت سی باتیں کر تو سکتے ہیں۔ مگر کرتے نہیں۔ اسی طرح خدا بھی۔ بہت باتیں ایسی ہیں۔ جنہیں کرنے کی وہ طاقت تو رکھتا ہے۔ مگر کرتا نہیں اس لئے کہ وہ اس کی شان کے خلاف ہوتی ہیں۔ جس طرح ایک طاقتور شخص یہ تو کر سکتا ہے۔ کہ اپنی بڑھیا والدہ کو اٹھا کر زمین پر دے مارے۔ مگر وہ ایسا کرتا نہیں۔ یا جس طرح ایک نیک انسان کے لئے یہ تو ممکن ہے۔ کہ وہ شراب کی دکان پر جا کر اور دام دے کر شراب پی سکے۔ لیکن وہ ایسا کرتا نہیں۔ اسی طرح خدا کے لئے ممکن تو سب کچھ ہے۔ مگر بعض باتیں ایسی بھی ہیں۔ جو وہ کرتا نہیں۔ پس کر سکنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ لہذا جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا فلاں بات کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ کرتا بھی ہے۔

سوال نمبر ۱:۔ کیا خدا ایک ایسا پتھر پیدا کر سکتا ہے جسے وہ خود نہ اٹھا سکے۔

جواب:۔ افسوس ہے۔ کہ یہ سوال ہی صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی بات کو غلط ثابت کرنے کے دو ہی طریق ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ اس بات کا ہم شروع ہی سے انکار کر دیں۔ اور اس انکار کی وجوہات پیش کر دیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ جس شخص نے وہ بات کی ہے۔ ہم اسکی بات کو صحیح تسلیم کر لیں۔ اور اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس پر اس قسم کے سوالات کریں۔ جن کے جوابات سے یہ پتہ لگ جاوے۔ یا وہ خود تسلیم کر لیوے۔ کہ اسکی بات صحیح نہیں۔ اب اگر کوئی شخص کسی بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے پہلے طریق کو اختیار کرتا ہے۔ تو اس کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا انکار ہی کرتا چلا جاوے۔ اور اس انکار کے لئے دلائل دیتا جاوے۔ اور اگر وہ دوسرے طریق کو اختیار کرتا ہے۔ تو اس کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ کہ وہ تو اپنے سوالات میں برابر یہی کہتا جاوے۔ کہ میں اسے صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ یعنی کہ اس صورت میں اسے اختیار نہیں ہوتا۔ کہ وہ اس بات کا انکار کرے۔ یا کوئی بات ایسی کرے۔ جس سے یہ معلوم ہو۔ کہ وہ اس بات کا انکار کرتا ہے۔ اب مذکورہ بالا سوال کر کے آریہ حضرات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے اپنے آپ کو بیان کردہ طریقوں میں سے دوسرے طریق کے اختیار کرنے والوں کی پوزیشن میں رکھا ہے اس لئے انہیں ہرگز یہ حق نہیں۔ کہ وہ اپنے سوالات میں کوئی بات بھی ایسی کہیں۔ جس سے یہ پایا جاوے۔ کہ فلاں بات خدا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے سوال کے پچھلے حصہ میں پتھر کے اٹھا نہ سکنے کو رکھا ہے۔ اس لئے ان کا یہ سوال ہی غلط ہے۔ یہ سوال آریہ دوست اسی وقت کیا کرتے ہیں۔ جبکہ وہ ہماری اس دلیل کو کاٹ نہیں سکتے۔ کہ چونکہ خدا لامحدود ہے۔ اس لئے اس کی تمام طاقتیں بھی لامحدود ہیں۔ اور جب اسکی طاقتیں لامحدود مانی گئیں۔ تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ فلاں بات نہیں کر سکتا۔ ہمیں ضرور ہی ماننا پڑے گا۔ کہ اس کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ اور جب ہم ان کے سامنے یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ تو وہ اس کا تو کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور اپنے آپ کو دوسرے طریق پر رکھ کر ہم سے یہ سوال کیا کرتے ہیں۔ جسے ہم نے غلط ثابت کیا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ کیا خدا اپنے جیسا خدا پیدا کر سکتا ہے؟

جواب۔ واضح ہو۔ کہ یہ سوال بالکل اسی قسم کا ہے جیسے کسی نیک یا پارسا شخص کے متعلق دریافت کیا جاوے کہ آیا وہ زنا کر سکتا ہے۔ یا کہ نہیں۔ اب جس طرح کہ زنا ایک ایسا فعل ہے۔ جو اگرچہ نیک شخص کی نیکی یا پارسائی کے خلاف ہے۔ تاہم کوئی شخص بھی اس نیک شخص کو کامل طور پر طاقت مردانہ رکھنے والا مانتے ہوئے اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس فعل پر قادر ضرور ہو سکتا ہے۔ اسی طرح خدا کا کسی ایسی ہستی کو پیدا کرنا جو کہ اپنی ذات میں اور طاقتوں میں خدا کی طرح لامحدود ہو۔ ایک ایسا فعل ہے۔ جو اگرچہ خدا کی وحدانیت کے خلاف ہے۔ تاہم بلحاظ اپنی لامحدود طاقتوں کے وہ اس قسم کی ہستی کو پیدا کرنے کی طاقت ضرور رکھتا ہے۔ لیکن جب ہم ایک نیک شخص کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ زنا کر نہیں سکتا۔ تو ہمارا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ وہ اس فعل کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ چونکہ وہ نیک ہے۔ اور زنا کرنا نیکی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس فعل سے اجتناب کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا ایک ایسی ہستی کو پیدا تو کر سکتا ہے۔ جو کہ اپنی ذات میں خدا کی طرح لامحدود ہو۔ اور لامحدود طاقتیں رکھتی ہو۔ لیکن چونکہ اسکی وحدانیت یا اس کا بے مثل ہونا اسی بات میں ہے۔ کہ دوسری کوئی ہستی ایسی نہ ہو۔ جو کہ اپنی ذات میں اور طاقتوں میں خدا جیسی ہو۔ اس لئے خدا ایسے فعل سے اجتناب ضرور کرتا ہے۔ لہذا اگر ہم یہ کہیں۔ کہ خدا اپنے جیسی کسی ہستی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ تو اس کے معنے صرف اس قدر ہیں۔ کہ وہ اپنی وحدانیت اور اپنے بے مثل ہونے کا (جو کہ خدا کے کمال کو ظاہر کرتی ہیں) خیال کر کے ایسا فعل نہیں کرتا۔

اب جبکہ ہم آریہ حضرات کو ان کے سوال کا یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ خدا دوسری اپنے جیسی ہستی کو پیدا تو کر سکتا ہے۔ مگر کرتا نہیں۔ تو وہ فوراً دو اعتراض ہم پر کر دیا کرتے ہیں۔ کہ خدا خود۔ تو ازلی ہے۔ دوسری جس ہستی کو تم کہتے ہو۔ کہ وہ پیدا کر سکتا ہے۔ وہ تو ازلی نہیں ہو سکتی۔ پھر وہ خدا جیسی ہستی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور دوسرا اعتراض ان کا یہ ہوتا ہے۔ کہ خدا تو خود بخود ہے۔ کوئی اس کا خالق نہیں۔ مگر جس دوسری اپنے جیسی ہستی جو کہ پیدا کریگا۔ وہ خدا کی پیدا کردہ ہوگی۔ اس لئے مخلوق ہوگی۔ لہذا دونوں برابر کے نہیں ہو سکتے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ آریہ صاحبان نے خود ہی تو ایک ایسی ہستی کا مطالبہ کیا ہے۔ جو کہ نہ تو ازلی ہو۔ اور نہ ہی وہ خود بخود ہو۔ بلکہ پیدا شدہ ہو۔ اب انہیں ان دونوں اعتراضوں کے کرنے کا حق نہیں۔ کیونکہ انہوں نے خود ہی تو اپنے سوال میں اس قسم کی ہستی کے پیدا کئے جانے کا مطالبہ کیا ہے۔ جو کہ اب پیدا کی جاوے۔ (یعنی ازلی نہ ہو) پھر انہیں کیونکر یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کے اعتراض کریں۔ ہم نے بھی اپنے جواب میں صرف اسی قسم کی ہستی کے پیدا کئے جانے کو ممکن مانا ہے۔ جس میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں۔ لیکن باقی کی اور باتوں میں دوسری ہستی خدا کی مانند ہو۔ یعنی بلحاظ لامحدود ذات کے اور لامحدود طاقتوں کے خدا جیسی ہستی ہو۔ اگر وہ یہ کہیں کہ نہیں دوسری ہستی میں بھی یہ دونوں باتیں یعنی ازلی ہونا اور خود بخود ہونا پایا جانا چاہیئے۔ تو ہم عرض کریں گے۔ کہ اس صورت میں آپ کا سوال ہی غلط ہے۔ کیونکہ ادھر تو آپ چاہتے ہیں۔ کہ دوسری خدا جیسی ہستی پیدا بھی کی جاوے۔ اور ادھر آپ چاہتے ہیں۔ کہ وہ پیدا کی ہوئی نہ ہو۔ یعنی دو متضاد باتیں آپ اپنے سوال میں جمع کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ کا سوال ہی غلط ہے۔ پہلے آپ اپنا سوال درست کریں۔ نیز دوسرے خدا کا لفظ جو آپ نے اپنے سوال میں رکھا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ خدا تو کہتے ہی اسکو ہیں۔ جو خود بخود ہو۔ کوئی پیدا شدہ ہستی خدا نہیں کہلا سکتی۔ لہذا یا تو آپ کے سوال کا صرف اتنا ہی مفہوم ہونا چاہیئے۔ جو کہ ہم نے لیا ہے۔ (یعنی ایک ایسی ہستی جو لامحدود ذات والی ہو۔ اور لامحدود طاقتیں رکھے) ورنہ آپ کا سوال ہی غلط ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کے سوال کا یہ مفہوم ہوگا۔ کہ خدا ایک ایسی ہستی کو پیدا کرے۔ جو کہ پیدا تو نہ ہو (یعنی خود بخود ہو) اور پیدا بھی ہو۔

علاوہ ازیں عرض ہے۔ کہ نہ تو دوسرے خدا میں (یہ لفظ ہم نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ آریہ حضرات اسے پسند فرمایا کرتے ہیں) ازلی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی نقص رہ جاتا ہے۔ اور نہ ہی خدا کا ازلی ہونا خدا کو کسی قسم کا فائدہ دیتا ہے۔ خدا کو اگر کسی بات سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تو یہ اسکی لامحدود ذات اور اس کی وجہ سے لامحدود طاقتوں سے پہنچ رہا ہے۔ اب جبکہ خدا کا ازلی ہونا اس میں کسی قسم کی نئی طاقت پیدا نہیں کر رہا۔ تو کیا دوسری خدا جیسی ہستی کے ازلی نہ ہونے سے اس میں کوئی نقص رہ جائیگا؟ نیز واضح ہو۔ کہ ازلی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونا خدا کے لئے صفت نہیں ہے۔ خدا کی صفات صرف وہ طاقتیں ہیں۔ جن کا اظہار خدا جب چاہے۔ اپنے افعال سے کر سکے۔ اب چونکہ ازلی ہونا کسی فعل سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے یہ صفت بھی نہیں ہو سکتی۔ بیشک زمانہ گزرنے کے ساتھ انسان میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جو شخص آج ڈاکٹری پاس کر کے آتا ہے۔ اس میں دس یا بیس سال گزرنے کے بعد زیادہ تجربہ ہو جانے کی وجہ سے اپنے علم میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور اس میں وہ خوبیاں آجاتی ہیں۔ جو کہ ڈاکٹری پاس کرنے کے وقت اس میں نہیں تھیں۔ لہذا زمانہ گذرنے کے ساتھ ہم میں تو تغیرات ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ہم میں علم یا طاقت کی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے مگر خدا میں زمانہ کے گزرنے سے کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جیسا خدا ازل میں تھا۔ ویسا ہی وہ اس وقت ہے۔ اور ابد تک ویسا ہی رہے گا۔ لہذا وقت کا گزرنا ہمارے لئے تو تغیرات کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے اپنی اصطلاح میں "دس سالہ" یا "بیس سالہ" کو صفات سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ صفات نہیں ہو سکتیں۔ صفات تو در اصل وہ علم یا عقل یا طاقتیں ہیں۔ جو کہ ان دس یا بیس سالوں میں ہم میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وگرنہ دس یا بیس سال ہماری صفات نہیں ہو سکتے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ فلاں شخص بیس سالہ تجربہ کار ڈاکٹر ہے۔ اس وقت ہمارا مفہوم زیادتی علم ہوتا ہے۔ نہ کہ بیس سالوں کا گزر جانا ہوتا ہے۔ اور علم ضرور ایک صفت ہے۔ جس کا اظہار وہ ڈاکٹر حسب موقع کرتا رہتا ہے۔ لیکن بیس سالوں کے گزرنے کا اظہار وہ اپنے کسی فعل سے نہیں کر سکتا۔ ہاں اس علم کا اظہار وہ کرتا ہے۔ جو کہ اسے ان بیس سالوں میں حاصل ہوا ہے۔ الغرض یہ تو ہماری طرز کلام ہے۔ کہ ہم دس سالہ یا بیس سالہ کہہ کر اظہار زیادتی علم کا یا دوسری طاقتوں کا کیا کرتے ہیں۔ وگرنہ زمانہ صفت کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اب دو چیزوں میں فرق صرف کمی بیشی صفات کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اگر دو چیزیں ایسی ہوں۔ جنہیں زمانہ کے گزرنے کے ساتھ کسی قسم کی کمی بیشی ان کی صفات میں نہ ہو سکے۔ تو خواہ ایک ان میں سے پہلے کی ہو اور دوسری بعد کی پھر ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ان میں کس قسم کا فرق ہے۔ جبکہ دونوں میں ایک جیسی صفات پائی جا رہی ہوں۔ پس اگر خدا اپنی ہم مثل ہستی کو پیدا کر کے اس میں وہی طاقتیں بھی پیدا کر دے۔ جو اس میں اپنے میں ہیں۔ اور جن کا اظہار وہ اپنے افعال سے جب چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ تو ان دونوں ہستیوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بلحاظ طاقتوں کے دونوں ایک جیسے ہیں۔ اور طاقتیں ہی ہیں۔ جو کہ اصل یا حقیقی طور پر صفات کہلا سکتی ہیں۔ طاقتوں کے علاوہ صفت کوئی چیز نہیں۔ لہذا باوجود بعد میں پیدا ہونے کے دوسری خدا کی ہم مثل ہستی خدا جیسی ہو سکتی ہے۔ اگر اس میں وہی طاقتیں بھی ہوں۔ جو خود خدا میں ہیں۔

دوسرا اعتراض جو آریہ حضرات ہم سے یہ سنکر کہ خدا اپنے جیسا خدا پیدا کر سکتا ہے۔ یہ کیا کرتے ہیں۔ کہ پہلا خدا تو خالق ہے۔ دوسرا مخلوق۔ اس لئے دوسرا پہلے جیسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ خالق اور مخلوق تو رشتوں کے نام ہیں۔ نہ کہ صفات کے اگر مخلوق ہستی اور خالق کی صفات ایک جیسی ہوں تو خالق اور مخلوق میں کسی قسم کا فرق نہیں رہتا۔ جیسے کہ باپ (جو مجازی طور پر اپنے بیٹے کا خالق ہے) اور بیٹے میں (جو مجازی طور پر اپنے باپ کا مخلوق ہوتا ہے) کسی قسم کا فرق نہیں مانا جاتا۔ جبکہ دونوں میں ایک جیسی طاقتیں ہوں۔ اب جبکہ یہ ممکن ہے۔ کہ بیٹا باوجود اپنے باپ کا مخلوق (مجازی رنگ میں) کہلانے کے اپنے خالق باپ کے برابر یا اس جیسا ہو سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ مخلوق خدا بھی خالق خدا جیسا نہ ہو سکے۔ نیز خدا خالق اس لئے کہلاتا ہے۔ کہ اس میں طاقت خلق کرنے کی ہے۔ جو کہ ایک صفت ہے۔ اب اگر وہ اسی قسم کی طاقت دوسرے خدا کو بھی عطا کر دے۔ تو بلحاظ اس صفت کے دونوں برابر ہوں گے۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ خدا کے لئے صفت کی تعریف یہ ہے۔ کہ جس طاقت کا اظہار وہ اپنے فعل سے کر سکے۔ پس جب دوسرا خدا بھی پہلے خدا کی طرح کسی کو خلق کرے گا۔ تو وہ بھی خالق بن جاوے گا۔ کیونکہ کسی طاقت کا پہلے یا بعد میں اظہار کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ اگر جیسا زید تھا۔ ایسا ہی بکر اس وقت ہو۔ تو دونوں ایک جیسے کہلائیں گے۔ ایک کے پہلے ہونے سے اور دوسرے کے بعد میں ہونے سے ان میں فرق نہیں مانا جاتا۔ اسی طرح جیسے ہم سب کے بزرگ دس ہزار سال پہلے تھے۔ ویسے ہی ہم آج ہیں۔ (کیونکہ اگر ہم ایسے ہی نہ ہوتے۔ تو ہمارے لئے شریعت ہی دوسری ہوتی۔ (یعنی وید جو ان کے لئے ہدایت کی کتاب تھی وہی ہمارے لئے نہ ہو سکتی) یہ خیال ہم نے آریہ حضرات کے عقاید کو مد نظر رکھ کر لکھا ہے۔ جو کہ ان کے لئے دلیل ہو سکتا ہے۔ ہمارے لئے یہ دلیل نہیں۔ کیونکہ ہم تو مانتے ہیں۔ کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کی قابلیتوں اور اس زمانہ کے لوگوں کی قابلیتوں میں فرق ہے۔ اس لئے قانون بھی ان کے لئے ان کی حالت کے مطابق تھے۔ اور ہمارے لئے ہماری حالت کے مطابق ہیں۔ لیکن ہمارے اس خیال سے ہماری دلیل پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ دلیل میں ہم نے یہ فرض کیا ہے۔ کہ اگر دس ہزار سال پہلے کے لوگوں کی قابلیتیں اور اس زمانہ کے لوگوں کی قابلیتیں ایک جیسی مان لی جاویں۔ تب اس زمانہ کے لوگ اس زمانہ کے لوگوں جیسے ہی مانے جائیں گے۔ دس ہزار سال کے پہلے یا پیچھے ہونے سے فرق نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص خداؤں میں جن کے لئے وقت کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا وقت کی حقیقت تو انسان کے لئے ہے۔ کیونکہ ہم میں وقت کے گزرنے کے ساتھ فرق آسکتا ہے۔ ہماری طاقتیں اور ہمارا علم وقت کے گذرنے کے ساتھ کم و بیش ہو سکتا ہے لیکن خدا میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ پھر ہم ایک خاص وقت میں خاص مقدار فعل کی کر سکتے ہیں۔ لیکن خدا ہر آن میں لا محدود کام کرتا ہے۔ اب ہم تو وقت کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقدار فعل مانتے ہیں۔ اور اپنے افعال کی مقدار سے وقت کو ناپتے ہیں۔ لیکن جہاں ہر آن لامحدود کام ہوتا ہو۔ وہاں وقت کو کس طرح ماپا جاوے۔ اس لئے خدا کے لئے جو کہ ہر آن میں لامحدود کام کرتا ہے۔ وقت کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ ہم مسلمان لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ خدا مکان و زمان سے پاک ہے۔ یعنی کہ زمانہ خدا کے لئے کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا۔

(باقی ہے)

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۴)

(۳۲) نبوت شریعت اور مسیح موعود

(از حضرت مسیح موعودؑ)

"شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں۔ اور نہی بھی × × × × ہمارا ایمان ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے × × × اور ظاہر ہے۔ کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔" (اربعین ۴ صفحہ ۶)

اس حوالہ سے صریح طور سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی نبوت جس میں امر و نہی تجدید کے طور پر نازل ہوں۔ اس پر بھی ایک پہلو سے تشریعی نبوت کا اطلاق آسکتا ہے۔ لیکن اصطلاحی معنوں کے رو سے وہی نبوت تشریعی کہلائیگی۔ جس نبوت میں ایسے امر و نہی ہوں۔ جو کہ ناسخ احکام کتاب سابقہ ہوں یا سابقہ کتاب سے بالاتر اور زیادہ ہوں۔ بے شک مندرجہ بالا حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی کر کے پیش کیا ہے۔ لیکن آپ نے صاحب شریعت جدید نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور مانا ہے۔ کہ قرآن کے بعد قیامت تک کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہوگی۔ دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۷۲۔

(۳۳) نئی شریعت کے نازل ہونے کی حکمت

(از مسیح موعود ؑ)

"وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ وحی الٰہی پر آئندہ کے لئے مہر لگ گئی ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ہاں خدا کے احکام جو امر اور نہی کے متعلق ہوں۔ وہ عبث طور پر نازل نہیں ہوتے۔ بلکہ ضرورت کے وقت خدا کی نئی شریعت نازل ہوتی ہے۔ یعنی ایسے زمانہ میں نئی شریعت نازل ہوتی ہے۔ جبکہ نوع انسان پہلے زمانہ کی نسبت بدعقیدگی اور بدعملی میں بہت ترقی کر جائے اور پہلی کتاب میں ان کے لئے کافی ہدایتیں نہ ہوں۔ × × × قرآن شریف کے بعد کسی کتاب (نئی شریعت) کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ جسقدر قرآن کی حالت تھی۔ وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا۔ ..... (چشمہ معرفت صفحہ ۷۲)

(۳۴) نبی کا شارع ہونا شرط نہیں

(از مسیح موعود ؑ)

"نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

اور فرمایا:۔

"بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے۔" بدر مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء۔

پس یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نبی کا شارع ہونا منجملہ صفات اضافیہ کے ایک صفت ہے۔ اور صفات ذاتیہ میں سے یہ صفت نہیں۔ یعنی یہ ایسی صفت نہیں۔ جس کے بغیر نبی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳۵) نبوت کے اقسام مختلفہ کا بیان

مندرجہ بالا تحریر کا لب لباب اور خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) نبوت اپنی ذاتی صفات کے رو سے دو قسم پر منقسم ہے۔ نبوت کاملہ۔ نبوت ناقصہ[1]

(۲) نبوت کاملہ اپنی ذاتی صفات کے رو سے باعتبار طریق حصول کے دو قسم پر منقسم ہے۔ نبوت مستقلہ۔ نبوت ظلیہ۔

(۳) نبوت کاملہ اپنی اضافی صفات کے رو سے باعتبار ضرورت زمانہ کے دو قسم پر منقسم ہے۔ نبوت شریعت والی۔ نبوت غیر تشریعی۔ ذیل کا نقشہ قابل غور ہے:۔

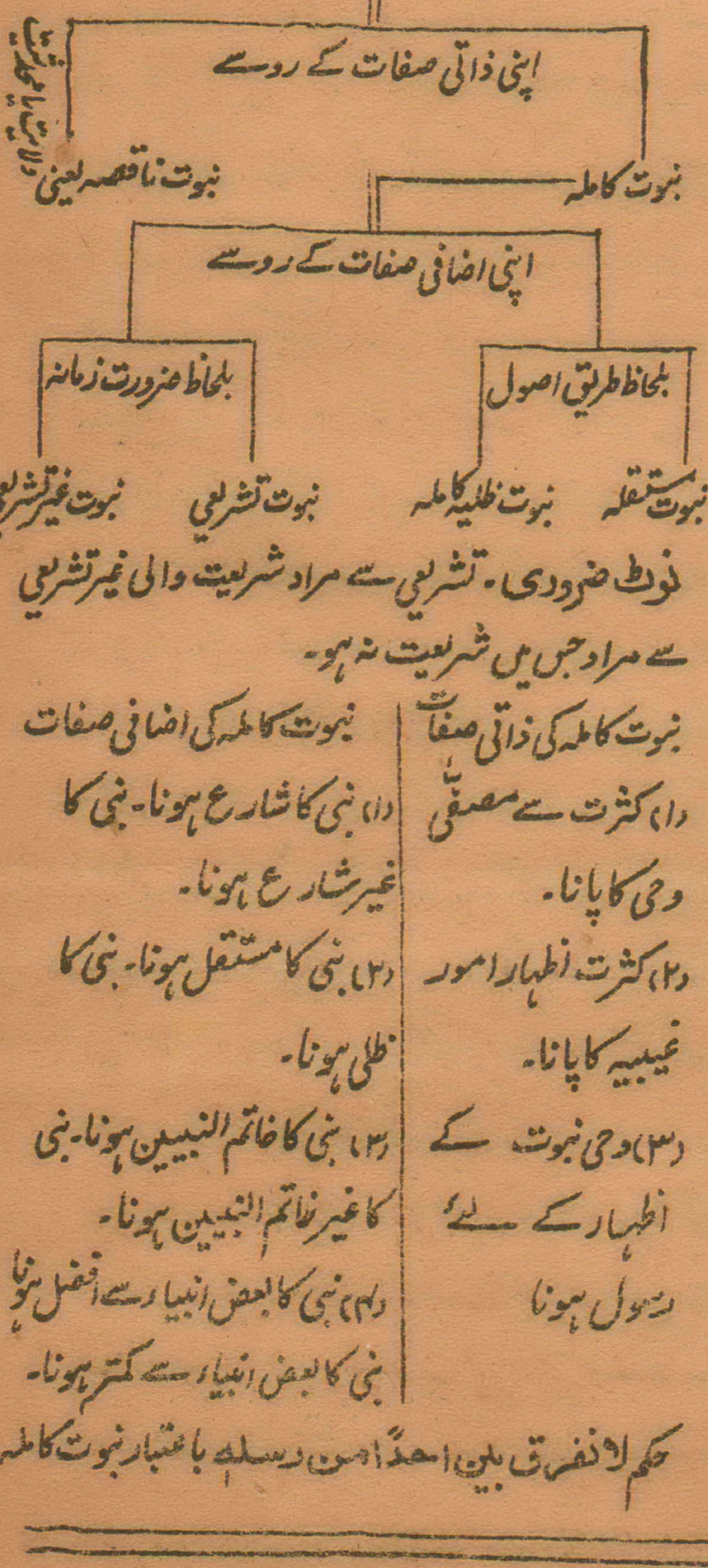

نوٹ ضروری۔ تشریعی سے مراد شریعت والی غیر تشریعی سے مراد جس میں شریعت نہ ہو۔

نبوت کاملہ کی ذاتی صفات
(۱) کثرت سے مصفّٰی وحی کا پانا۔
(۲) کثرت اظہار امور غیبیہ کا پانا۔
(۳) وحی نبوت کے اظہار کے لئے رسول ہونا

نبوت کاملہ کی اضافی صفات
(۱) نبی کا شارع ہونا۔ نبی کا غیر شارع ہونا۔
(۲) نبی کا مستقل ہونا۔ نبی کا ظلی ہونا۔
(۳) نبی کا خاتم النبیین ہونا۔ نبی کا غیر خاتم النبیین ہونا۔
(۴) نبی کا بعض انبیاء سے افضل ہونا نبی کا بعض انبیاء سے کمتر ہونا۔

حکم لانفرق بین احدٍ من رسلہ باعتبار نبوت کاملہ

---

[1] یعنی جس کا حامل صاحب شریعت ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ذاتی صفات کے ہے۔ اور آیت فضلنا بعضہم علیٰ بعض باعتبار نبوت کاملہ کی اضافی صفات کے ہے۔

محض محمدی فیض سے وحی و وحیٔ نبوت پانا ظلی طریق کہلاتا ہے۔ براہِ راست بغیر توسط کسی نبی کے وحیٔ نبوت پانا مستقل یا اصلی یا براہ راست طریق کہلاتا ہے۔

نبوت ناقصہ نبوت ظلیہ کاملہ طریق حصول کے رو سے یکساں ہیں۔ مگر بذاتہٖ اپنے اندر بہت فرق رکھتے ہیں۔

نبوت ظلیہ کاملہ و نبوت مستقلہ اصلیہ گو طریق حصول کے رو سے یکساں ہیں۔ مگر بذاتہٖ وہ ایک ہی ہیں۔

(۳۶) حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت

حضرت مسیح موعود من حیث النبوت کامل نبی تھے۔ اور زمرۂ انبیاء میں شامل تھے۔ اور نبوت کی تمام صفات ذاتیہ من کل الوجوہ آپ میں متحقق تھیں۔ لیکن باعتبار اضافی صفات کے ظلی اور غیر تشریعی (غیر صاحب شریعت) تھے۔ یعنی مختصر الفاظ میں آپ کی نبوت نبوت کاملہ تامہ ظلیہ غیر تشریعیہ تھی۔ نہ ہی تو نبوت جزویہ ناقصہ تھی۔ اور نہ ہی نبوت کاملہ تامہ مستقلہ تھی۔ اور نہ ہی نبوت تشریعیہ (یعنی جس میں شریعت دی جاتی ہے) تھی۔ اور اضافی صفات میں حضرت مسیح موعودؑ بعض انبیاء سے افضل اور بہتر تھے۔ اور خدا کے نبی برحق تھے۔

جیسے کہ فرمایا:-

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ ہاں میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں۔ کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے"۔ (مکتوب آخری مندرجہ اخبار عام)

(۳۷) مسئلہ ختم نبوت

عام لوگوں کے نزدیک "ختم نبوت" مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے لئے ایک تردیدی روک ہے۔ لیکن کیا ہی مزے کی بات ہے۔ کہ وہی ختم نبوت جو کہ عام کے نزدیک مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے لئے ایک روک خیال کی جاتی ہے۔ وہی ختم نبوت ہمارے نزدیک مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے پر نہ صرف ایک ثبوت بلکہ ایک بدیہی اور زبردست دلیل ہے اور نیز وہی ختم نبوت مسیح ناصری کے دوبارہ آنے کے عقیدہ کو پاش پاش کرتی ہے۔ گویا ہمارے لئے ختم نبوت ایک ایسا ہتھیار ہے۔ جو اپنے اندر دشمن کو ہلاک کرنے اور مسیح موعود کو نبی اللہ ثابت کرنے کی دو خاصیتیں رکھتا ہے۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

نبوت کی تعریف پوری پوری ہو چکی۔ یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کے وہ مکالمات جو کثرت سے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد (اول) مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے یا نہیں۔

(دوم) اگر کھلا ہے۔ تو ملہم مصفّٰے غیب پا سکتا ہے یا نہیں۔

(سوم) اگر مصفّٰے غیب پا سکتا ہے۔ تو اس پر نبوت یا رسالت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(چہارم) اگر ہو سکتا ہے۔ تو پھر ایسا شخص جس کو کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جاوے وہ نبی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

پس سب سے پہلے امکان وحی۔ پھر امکانِ نبوت پھر امکانِ شخصیت جو کہ نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ کا ثابت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

(۳۸) ختم نبوت کے متعلق ہمارا ایمان کیا ہونا چاہیئے

(از مسیح موعودؑ)

"یاد رہے۔ کہ ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے۔ جو صاحب شریعت ہو۔ یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو۔ بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔ اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے۔ کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے"۔ (ریویو بر مباحثہ ص۶)

(۳۹) امکان وحی بعد از خاتم النبیین

سب سے پہلے ہم نے یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد فیض وحی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سو اس کا جواب یہی ہے۔ کہ بے شک ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشآء من عبادہ۔ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے۔ اپنا کلام نازل کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ یعنی مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں۔ گو شریعت ختم ہو گئی ہے لیکن خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے"۔ (چشمہ معرفت ص۱۸۰ حاشیہ)

اور نیز فرمایا:-

"اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں۔ کہ براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض وحی پانا بند ہے"۔ (براہین احمدیہ ص۱۸۲)

(۴۰) امکان نبوت بعد از خاتم النبیین

(از مسیح موعود)

"یہ ضرور یاد رکھو۔ کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے۔ کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی۔ جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی اور رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفّٰے غیب کے لئے نبی کا ہونا ضروری ہے۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ کہ اس مصفّٰے غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفّٰے غیب حسب منطوق آیت نبوت و رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۱) امکانِ نبی بعد از خاتم النبیین

(از مسیح موعودؑ)

" ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے۔ کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔ اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔" (براہین احمدیہ صـ۱۸۸)

اور نیز فرمایا :-

" یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ پس جبکہ خدا تمہیں تاکید کرتا ہے۔ کہ پانچ وقت یہ دعا کرو۔ کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں۔ وہ تمہیں بھی ملیں۔ پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔ لہذا ضرور ہوا۔ کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں۔ جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔" (لیکچر سیالکوٹ صـ۳۲)

(۱۲) ممکن نہیں کہ امت محمدیہ کے تمام افراد نبوت کے مرتبہ عالیہ سے محروم رہیں

(از مسیح موعودؑ)

" پس یہ ممکن نہ تھا۔ کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اور جن کے لئے یہ دعا سکھلائی گئی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ (نبوت) سے محروم رہتے۔ اور کوئی ایک فرد بھی اس (نبوت کے) مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی۔ کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی۔ اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا۔ اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔" (الوصیت)

(۱۳) نفی نبوت بعد از خاتم النبیین سے آنحضرت صلعم نعوذ باللہ ابتر ٹھہرتے ہیں۔

(از مسیح موعودؑ)

" غرض آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے ایک طور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا ہے۔ تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے۔ دور کیا جائے۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوا۔ کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے۔ کہ کوئی شخص براہِ راست مقام نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں۔ کہ وہ نبوت چراغِ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحب ایک جہت سے تو امتی ہو۔ اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کی جائے۔ تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں۔ نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند اور نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے۔ (ریویو بر مباحثہ صـ۷)

(باقی وارد)

اکسیر حیات
امرت بوٹی

امرت بوٹی ہر شخص کے لئے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت و کامیابی کا زندہ پیغام ہے۔ بیرسٹروں ججوں۔ وکیلوں۔ طالب علموں کلرکوں کے لئے حیات بخش ہے۔ غلط کار نوجوانوں۔ جریان کثرت احتلام۔ کمی باہ کا تریاق ہے۔ بے زبان عورتوں کی بے قاعدگی ایام ماہواری۔ سفید رطوبت بے اولادی کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ تازہ خون پیدا کرنا اور جسم کا وزن بڑھا دینا اس کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ ہر موسم میں ہر عمر والے انسان کے لئے کامیاب ہے۔ قیمت ۵۰ گولی عہ

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

تندرستی
تندرست دانتوں اور مضبوط مسوڑوں پر منحصر ہے
پائیرس ٹوتھ پوڈر ۱

دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر وہ جگہ نہ چھوڑ چکے ہوں۔ ان کو اپنی جگہ پر جما دیتا ہے۔ منہ سے بدبو آنے کو روکتا ہے۔ پائیریا کے جراثیم اس سے مر جاتے ہیں۔ سرد گرم پانی اگر دانتوں میں درد کرتا ہو۔ تو اس سے آرام آجاتا ہے۔

پائیرس پوڈر ۲۔ دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا دیتا ہے۔ خوشبودار ہے۔ دانتوں کی میل کو کاٹ کر مضبوط کرتا ہے۔ قیمت ہر دو پوڈر بارہ آنے۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

جرمنی خضاب بناؤ اور روپیہ کماؤ

نسخہ :- پیرافینی لین ڈایا میں دو اونس پرہیڈریٹ ۱۲- اونس۔ اول الذکر نسواری ہلکے رنگ کا سفوف ہے دوسرا سفید رنگ کا۔ دونوں کو الگ الگ دو شیشیوں میں ڈال لیں۔ بوقت ضرورت رتی رتی دونوں ایک پیالی میں ڈال کر بذریعہ پانی بالوں پر لگا دیں۔ بال نہایت سیاہ ہو جاویں گے۔ پندرہ منٹ بعد بال دھو کر تیل لگا دیں۔

نوٹ :- پرہیڈرٹ ولایت سے عرق کی صورت میں بھی آتا ہے۔ اس لئے اگر کسی وقت سفوف نہ ملے تو اسکی بجائے ہائیڈروجن پراکسائیڈ جو عرق ہوتا ہے۔ اور تمام انگریزی دوا فروشوں سے ملتا ہے۔ لیکر بجائے پانی کے پیرافینی لین ڈایا میں اس میں مل کر کے لگا دیں۔ ایک اونس پیرافینی لین ڈایا میں کیلئے ہائیڈروجن تین بوتل کافی ہے۔ اور دونوں سفوف کی صورت میں ایک دفعہ کے لئے ایک ایک بوتل کافی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

علمائے حال جن کے وجود سے بھیڑیوں نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اپنی جہالت اور شرارت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ کہ "مرزا صاحب نے قرآن مجید پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ اس میں مخالفین اسلام کو سخت برا بھلا کہا گیا ہے۔ اور اس سے وہ اپنی ان سخت کلامیوں کو جو اپنے مخالفین کے حق میں استعمال کی گئی ہیں۔ جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ایسا نہیں ہے"۔ ہماری طرف سے اس بیہودہ اعتراض کے بار بار معقول اور مدلل جواب دیئے گئے۔ مگر وہ مانتے ہی نہیں۔ آج ہم ان کے ایک مسلمہ عالم مولوی ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن سے ان کی تسلی کے لئے قرآن مجید کی زجر و توبیخ کا اعتراف نقل کرتے ہیں۔ ذرا اسکو پڑھ کر اپنے اعتراض کی لغویت پر شرم کریں۔ دیکھو آزاد صاحب فرماتے ہیں کہ :-

---

وہ ممکن ہے۔ بعض طبیعتیں یہاں ایک خدشہ محسوس کریں۔ اگر فی الحقیقت قرآن کریم کی تمام تعلیم کا اصل اصول رحمت ہی ہے۔ تو پھر اس نے اپنے مخالفوں کی نسبت زجر و توبیخ کا سخت پیرایہ کیوں اختیار کیا۔ اس کا مفصل جواب تو اپنے محل میں آئے گا۔ لیکن تکمیل بحث کے لئے ضروری ہے۔ کہ یہاں مختصراً اشارہ کر دیا جائے بلاشبہ قرآن میں ایسے مقامات موجود ہیں۔ جہاں اس نے مخالفین کے لئے شدت و غلظت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کن مخالفین کے لئے۔ ان مخالفین کے لئے جن کی مخالفت محض اختلاف فکر و اعتقاد کی مخالفت تھی۔ یعنی ایسی مخالفت جو معاندانہ اور جارحانہ نوعیت نہیں رکھتی تھی۔ ہمیں اس سے قطعاً انکار ہے۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ تمام قرآن شریف میں شدت و غلظت کا ایک لفظ بھی نہیں مل سکتا۔ جو اس طرح کے مخالفین کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ اس نے جہاں کہیں مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے سختی کا اظہار کیا ہے۔ اس کا تمام تر تعلق ان مخالفین سے ہے۔ جن کی مخالفت بغض و عناد اور ظلم و شرارت کی جارحانہ معاندت تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اصلاح و ہدایت کی کوئی تعلیم بھی اس صورت حال سے گریز نہیں کر سکتی۔ اگر ایسے مخالفین کے ساتھ بھی نرمی اور شفقت ملحوظ رکھی جائے۔ تو بلاشبہ یہ رحمت کا سلوک ہوگا۔ مگر انسانیت کے لئے نہیں ہوگا۔ ظلم اور شرارت کے لئے ہوگا۔ اور یقیناً سچی رحمت کا معیار یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ظلم اور فساد کی پرورش کرے۔ ابھی چند صفحوں کے بعد تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ قرآن نے صفات الٰہی میں رحمت کے ساتھ عدالت کو بھی جگہ دی ہے۔ اور سورۃ فاتحہ میں رحمت کے بعد عدالت ہی کی صفت جلوہ گر ہوئی ہے۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ وہ رحمت سے عدالت کو الگ نہیں کرتا۔ بلکہ اسے رحمت کا مقتضی قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ تم انسانیت کے ساتھ رحم و محبت کا برتاؤ نہیں کر سکتے۔ اگر ظلم و شرارت کے لئے۔ تم میں سختی نہیں ہے۔ انجیل میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح بھی اپنے مخالفوں کو سانپ کے بچو اور ڈاکوؤں کا مجمع کہنے پر مجبور ہوئے۔

قرآن نے "کفر" کا لفظ انکار کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اور انکار دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ انکار محض ہو۔ ایک یہ کہ جارحانہ ہو۔ انکار محض سے مقصود یہ ہے۔ کہ ایک شخص تمہاری تعلیم قبول نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اسکی سمجھ میں نہیں آتی۔ یا اس لئے کہ اس میں طلب صادق نہیں ہے۔ یا اس لئے کہ جو راہ وہ چل رہا ہے۔ اسی پر قانع ہے۔ بہرحال کوئی وجہ ہو۔ لیکن وہ تم سے متفق نہیں ہے۔ جارحانہ انکار سے مقصود وہ حالت ہے۔ جو صرف اتنے ہی پر قناعت نہیں کرتی۔ بلکہ اس میں تمہارے خلاف ایک طرح کی کد اور ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر یہ ضد بڑھتے بڑھتے بغض و عناد اور ظلم و شرارت کی سخت سے سخت صورتیں اختیار کر لیتی ہے۔ اس طرح کا مخالف صرف یہی نہیں کرتا۔ کہ تم سے اختلاف رکھتا ہے۔ بلکہ اس کے اندر تمہارے لئے بغض و عناد کا ایک غیر محدود جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی اور زندگی کی ساری قوتوں کے ساتھ تمہاری بربادی و ہلاکت کے درپے ہو جائیگا تم کتنی ہی اچھی بات کہو۔ وہ تمہیں جھٹلائے گا۔ تم کتنا ہی اچھا سلوک کرو۔ وہ تمہیں اذیت پہنچائیگا۔ تم اگر کہو۔ کہ روشنی تاریکی سے بہتر ہے۔ تو وہ کہیگا کہ تاریکی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ تم اگر کہو۔ کہ کڑوا ہٹ سے مٹھاس اچھی ہے۔ تو وہ کہے گا نہیں۔ کڑواہٹ ہی دنیا کی سب سے بڑی لذت ہے۔ یہی حالت جسے قرآن انسانی فکر و بصیرت کے تعطل سے تعبیر کرتا ہے۔ اور اسی نوع کے مخالفین ہیں۔ جن کے لئے اس کے تمام زواجر و قوارع ظہور میں آتے ہیں۔

لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذن لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون (۷: ۱۷۸)

مفسرین اسی دوسری حالت کو کفر جحود سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیا میں جب کبھی مسیحائی کی دعوت ظاہر ہوئی ہے۔ تو کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ کچھ نے انکار کیا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس کے خلاف طغیان و جحود اور ظلم اور شرارت کی جبھہ بندی کر لی ہے۔ قرآن کا جب ظہور ہوا۔ تو اس نے بھی یہ تینوں جماعتیں اپنے سامنے پائیں۔ اس نے پہلی جماعت کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ دوسرے کو دعوت و تذکیر کا مخاطب بنایا۔ مگر تیسرے کے ظلم و طغیان پر حسب حالت و ضرورت زجر و توبیخ کی۔ مگر ایسے گروہ کے لئے بھی اس کے لب و لہجہ کی سختی رحمت کے خلاف ہے تو بلاشبہ اس معنے میں قرآن رحمت کا معترف نہیں اور یقیناً اس ترازو سے اسکی رحمت نہیں تولی جا سکتی۔ تم بار بار سن چکے ہو۔ کہ وہ دین حق کے معنوی قوانین کو کائنات فطرت کے عام قوانین سے الگ نہیں قرار دیتا۔ بلکہ انہیں کا ایک گوشہ قرار دیتا ہے۔ فطرت کائنات کا اپنے فعل و ظہور کے ہر گوشہ میں کیا حال ہے۔ یہ حال ہے۔ کہ وہ اگرچہ سرتاسر رحمت ہے۔ لیکن رحمت کے ساتھ عدالت اور بخشش کے ساتھ جزا و سزا کا قانون بھی رکھتی ہے۔ پس قرآن کہتا ہے۔ میں فطرت سے زیادہ کچھ نہیں دے سکتا۔ تمہاری جس مزعومہ رحمت سے فطرت کا خزانہ خالی ہے۔ یقیناً تمہیں میرے آستین و دامن میں نہیں مل سکتی"۔

(ترجمان القرآن ص۹۲)

اس تحریر کو سامنے رکھو۔ تو حضرت مسیح موعودؑ پر سے توہین علماء کا الزام دفع ہو جاتا ہے۔ اور واضح ہو جاتا ہے۔ کہ سختی اور شرارت کا پہلو اختیار کرنے میں کیا حکمت اور مصلحت کارفرما تھی۔

امید ہے۔ کہ متلاشیانِ حق اس تحریر سے بصیرت اور عبرت حاصل کریں گے۔ مگر معاندین کو سوائے بغض و عناد کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اس تحریر کا منشا ہے۔

(ماخوذ)

(ادارہ بخشی شعبہ پریس فاروق قادیان میں باہتمام محمد صدیق صاحب بی۔ اے۔ ناظر شعبہ پریس فاروق قادیان سے شائع کیا)

کتب فاروق بک ایجنسی قادیان

محصول ڈاک بذمہ خریدار

قرآن مجید بطرز لیسر نا القرآن مترجم مجلد ۳۰/۔

حمائل شریف معرّا۔ نہایت خوشخط مجلد۔ عہ/

حمائل شریف مترجم۔ نہایت خوشخط مجلد عہ/

حقیقۃ الوحی } حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشہور و معروف کتاب مجلد ۸/۔

ازالہ اوہام ہر دو حصہ غیر مجلد عہ/

قتل مرتد۔ از حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے۔ عہ

آئینہ حق نما } بجواب الہامات مرزا مولوی ثناء اللہ کا جواب۔ عہ/

تبلیغ رسالت } مکمل مجموعہ اشتہارات **مکمل دس جلد** } حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جو نہایت مفید نایاب اور لاجواب ہے۔ قیمت صرف ۱۰/

تحفہ مستریاں } مستری عبد الکریم مباہلہ والے کے فتنہ کا انکشاف اور صحیح حالات۔ ۵/

ہدایات زریں } برائے مبلغین سلسلہ عالیہ فرمودہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ۔ ۵/

بطالوی کا انجام } مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت قیمت صرف ۱/

چھوت کا بھوت } ہندوؤں کے مقابلہ میں لاجواب تصنیف۔ قیمت ۲/

خلافت محمودیہ مصلح موعود } امیر پیغام کا جواب۔ ۸/

مرقع ثنائی } مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث کا مسیح موعودؑ کے مقابلہ سے فرار قیمت ۱/

تجلیات رحمانیہ } مولوی ثناء اللہ امرتسری کے رسالہ تعلیمات مرزا وغیرہ کا جواب۔ ۶/

فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی } مولوی ثناء اللہ کی حیات مسیح موعود علیہ السلام کی دلیل صداقت ہے۔ قیمت صرف ۱/

صادق کلمات } مولوی ثناء اللہ کے رسالہ ہفوات کا دندان شکن جواب۔ ۱/

التشریح الصحیح } حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۲۹ الہامات پر اعتراضوں کا جواب۔ ۸/

بحرِ حقیقت } غیر احمدی مونگیری دشمنِ حق کے رسالہ کا جواب۔ ۱/

تنقید صحیح } فرقہ بابیہ کے رد میں ایک لاجواب تصنیف۔ قیمت صرف ۸/

مشین گن } رد آریہ میں لاجواب تصنیف قیمت ۱/

ویدک توحید کا آئینہ } قیمت ۲/

ایک مسلمان کا پیغام سکھوں کے نام۔ ۱/

دھرم پال کا کچا چٹھہ۔ رد آریہ۔ ۱/

ملنے کا پتہ:۔ **فاروق بک ایجنسی قادیان**